انعامی بانڈز کی خرید وفروخت

مفتی محمد رفیق الحسنی

(قسط دوم)

سونا اور چاندی کی ادھار پر خرید وفروخت:

فائدہ: درمختار کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ سونے اور چاندی کو نوٹوں سے ادھار پر خریدنا جائز ہے کیونکہ دینار اور درہم سونے چاندی کے ہوتے ہیں (تھے)۔

(الف) سونا اور چاندی نقد ہوں اور نوٹ ادھار ہوں یہ بھی جائز ہے۔

(ب) اور نوٹ نقد ہوں اور سونا چاندی ادھار ہو یہ بھی جائز ہے شامی میں ہے:

تنبیہ: سئل الحانوتی عن بیع الذهب بالفلوس نسیئة فاجاب بانه یجوز اذا قبض احد البدلین کما فی البزازیة لو اشتری مائة فلس بدرهم یکفی التقابض من احد الجانبین قال ومثله مالو باع فضة او ذهبا بفلوس کما فی البحر عن المحیط......ومن حیث انه عروض فی الاصل اکتفی بالقبض من احد الجانبین تامل (باب الربا)

(تنبیہ) علامہ حانوتی سے سونے کی بیع فلوس کے ساتھ ادھار پر (فلوس نقد ہوں اور سونا ادھار ہو) کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ جائز ہے۔ جب بدلین سے ایک پر قبضہ ہو جس طرح بزازیہ میں ہے اگر کسی نے ایک سو فلوس ایک درہم کے ساتھ خرید کئے دونوں جانب میں سے ایک طرف سے قبضہ کافی ہوگا' کہا اور اسی طرح ہے اگر کسی نے سونے یا چاندی کے فلوس کے ساتھ فروخت کیا بحرالرائق میں محیط سے اسی طرح ہے' پس اس اعتبار سے کہ فلوس اصل میں عروض ہیں تو قبضہ میں صرف ایک طرف سے کفایت کی گئی ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آج کل جس طرح صراف رقم (نوٹ) لے لیتے ہیں اور آرڈر پر زیور تیار کرتے ہیں' زیور ادھار ہوتے ہیں اور کبھی خریدار زیورات وزن کرا کے لے لیتا ہے اور رقم بعد میں دیتا ہے یہ دونوں طریقے جائز ہیں۔ اس روایت پر یہ بیع صرف نہیں ہے' نوٹ عروض کے حکم میں ہیں اگر اس پر عمل کیا جائے تو عوام کے لئے کافی آسانی ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

☆سافر احیانا لتجدد حیاتک وتطالع عوالم اخری وتشاهد معالم جدیدة وبلدانا اخری ففی السفر متعة.☆

اور اگر فلوس کی بیع فلوس کے ساتھ تساوی کے ساتھ نہ ہو مثلاً ایک فلس کو دو فلوس کے معاوضہ میں فروخت کیا جائے تو اس کی چار صورتیں ہیں۔ (کاغذی کرنسی نوٹ چونکہ فلوس کے حکم میں ہیں ان کی بھی چار صورتیں ہونگی۔)

(۱) پہلی صورت:

غیر معین فلس (ایک نوٹ) غیر معین فلسین (دونوٹوں) کے معاوضہ میں فروخت کیا جائے تو یہ ناجائز ہے کیونکہ فلوس مروجہ یقیناً آپس میں برابر ہیں اور دونوں طرف تعیین نہیں ہے لہذا ایک فلس کی زیادتی جو کہ عقد میں شرط کی گئی ہے ربا (سود) ہوگی۔

(۲) دوسری صورت:

فلس معین کو دو فلوس غیر معینہ کے معاوضہ میں فروخت کیا جائے یہ بھی ناجائز ہے۔ کیونکہ اگر یہ بیع جائز ہو تو ایک فلس کو فروخت کرنے والا عقد کی وجہ سے دو فلوس کا خریدار سے مستحق ہو گیا ہے۔ اب فروخت کرنے والا دو فلوس پانے کے لئے یا فلس معین کو روک لے گا اور خریدار سے دوسرے فلس کا مطالبہ کرے گا یا فروخت کنندہ فروخت شدہ فلس مشتری کو سپرد کردے گا پھر اسی فلس کے ساتھ دوسرے فلس کو واپس کرنے کا مستحق ہوگا اسے اپنا فلس دوسرے فلس کے ساتھ واپس مل جائے گا جو کہ معاوضہ سے خالی ہے اور یہ ربا ہے۔

(۳) تیسری صورت:

دو فلس معین ایک فلس غیر معین کے معاوضہ میں فروخت کئے جائیں یہ بھی ناجائز ہے جس طرح دوسری صورت ناجائز تھی۔

(۴) چوتھی صورت:

فلس معین کو دو فلس معین کے معاوضہ میں فروخت کیا جائے۔ شیخین کے نزدیک یہ صورت جائز ہے جبکہ امام محمد کے نزدیک ناجائز ہے۔

امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ فلس (نوٹ) جب تک رائج ہوتا ہے وہ تعیین سے متعین نہیں ہوتا کیونکہ رائج کرنسی عام لوگوں کے عرف کی وجہ سے ثمن ہے۔ عاقدین اگر ثمنیت کے بطلان پر اتفاق بھی کرلیں تو ثمنیت باطل نہیں ہوگی لہذا تعین بھی نہیں ہوگا یہ صورت پہلی صورت کی مثل ہوگی جیسے وہ بالاتفاق ناجائز تھی یہ بھی ناجائز ہوگی جبکہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کی دلیل یہ ہے کہ عاقدین جب

☆احتفظ بمذكرة في جيبك ترتب لك اعمالك وتنظم اوقاتك، وتذكرك بمواعيدك وتكتب بها ملاحظاتك.☆

باہمی رضامندی سے خرید وفروخت کررہے ہیں تو ان کے اس عمل سے ثابت ہوا کہ فلوس کی ثمنیت دونوں کے حق میں باطل ہوگئی ہے محض عروض ہونے کا اعتبار ہے لہذا تعین کی وجہ سے یہ بیع جائز ہوگی۔

علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں امام محمد کی دلیل کا ضعف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ولایخفی ضعف قولہ لان الجنس بانفرادہ یحرم النساء وانمایتم لوکان المبیع اوالثمن بغیر عینہ یستلزم النسیۃ ولیس کذالک الاتری ان البیع بالنقود بیع بمالیس بمعین ویکون مع ذالک حالافکونہ بغیر عینہ لیس معناہ نسیئۃ وبخلاف ماذاکان احدھما بغیرعینہ لان الجنس بانفرادہ یحرم النساء.(فتح باب الربا)

اس عبارت کامفہوم میرے خیال میں یہ ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فلوس معین بھی غیر متعین ہوتے ہیں ان کے نزدیک فلوس معینہ کی خرید وفروخت میں بھی ربا النسیہ لازم آئے گا' جیسے غیر معینہ کی خرید وفروخت میں ربا النسیہ لازم آتا ہے۔علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں ایسا ہرگز نہیں ہے یہ تب ہوتا کہ مبیع یا ثمن غیر معین کی وجہ سے ربا النسیہ لازم آتا ہو' کیا یہ معلوم نہیں کہ دراہم اور دنانیر کے ساتھ بیع' غیر معین کے ساتھ بیع ہے لیکن اگر نقود حالی ہوں تو ان کے غیر معین ہونے سے نسیۃ (تاخیر) لازم نہیں آتی اور یہاں ربا النسیہ نہیں ہوتا۔

یعنی اگر بالفرض امام محمد کی دلیل کہ فلوس ثمن ہیں اور یہ نقد کی صورت میں بھی غیر معین ہوتے ہیں اور یہ دلیل مان بھی لی جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر صورت میں ان کے ساتھ بیع ناجائز ہو؟ ناجائز تو تب ہوگی کہ فلوس حالی اور نقد نہ ہوں جب فلوس پر مجلس عقد میں قبضہ ہوجائے تو تعیین بلاشبہ موجود ہوگی تو بیع بھی جائز ہوگی چنانچہ نقود (دراہم اور دنانیر کے ساتھ بیع غیر معین) کے ساتھ بیع ہے اور جائز ہے بشرطیکہ جب ایک جانب سے قبضہ پایا جائے۔زیر بحث صورت میں فلس اور فلسین معین ہیں اور حالی ہیں لہذا شیخین کے مذہب کے مطابق بیع جائز ہے لیکن ان دو صورتوں میں جن میں فلس یا فلسین سے کوئی ایک غیر معین ہے نقد اور حالی نہیں ہے تو بدلین میں مجانسۃ کی وجہ سے ربا النسیہ لازم آئے گا ان دو صورتوں میں بیع ناجائز ہوگی۔

اور اگر نوٹوں کی بیع نوٹوں کے معاوضہ میں بالتفاضل ہو مثلاً ایک جانب ایک نوٹ ہو اور دوسری جانب دو نوٹ ہوں تو اس کی چار صورتیں ہیں:

☆ دونوں جانب نوٹ معین نہ ہوں یہ بیع بالاتفاق ناجائز ہے۔

☆دونوں جانب نوٹ معین ہوں مجلس عقد میں قبضہ ہو شیخین کے نزدیک یہ بیع جائز ہے اورامام محمد کے نزدیک یہ بیع جائز نہیں لیکن فتوی دینے کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر شیخین امام ابوحنیفہ اورامام ابو یوسف ایک طرف ہوں اورامام محمد دوسری طرف تو شیخین کے قول پرفتوی دیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہم نے شیخین کا قول اختیار کیا ہے۔

☆ایک کا نوٹ متعین ہو اور دو کے نوٹ متعین نہ ہوں تو یہ بیع نا جائز ہے بدائع میں ہے لـو اسـلـم الـفـلـوس فـي الـفـلـوس لايـجـوز عـنـدنالوجود المجانسة ۔اگرفلوس کی فلوس کے ساتھ بیع سلم (ادھار) کی تو یہ ہمارے نزدیک جائز نہیں کیونکہ مجانسۃ (ایک جنس ہونا موجود ہے)۔

☆دو کے نوٹ متعین ہوں اور ایک کا نوٹ غیر متعین ہو تو یہ بیع بھی نا جائز ہے۔ذکر کردہ تفصیل کے آخر میں علامہ شامی فرماتے ہیں:

قـولـه (لـم يـجـز اتفاقا)قال في النهر بعده غير ان عدم الجواز عندانقضاء تعينهاباق و ان تـقـابـضـافـي الـمجلس بخلاف مالو كان احدهمافقط وقبض الدين فانه يجوز كذافي الـمحيط وحاصله ان الصور اربع مالو كان معينين وهو مسئلةالمتن الخلافية وماذا كان غير مـعـيـنـيـن فـلايصح اتفاقامطلقاومالو عين احدالبدلين دون الاخر وفيه صورتان فان قبض المعين منهاصح والافلا(باب الربا)

نحر الفائق میں شارح نے لم یجز اتفاق کے بعد فرمایا بدلین (فلس اور فلسین) کے عدم تعین کے وقت عدم جواز باقی رہے گا اگر چہ عاقدین مجلس میں قبضہ بھی کرلیں لیکن اگر فقط ایک بدل غیر معین ہو اور اس پر قبضہ مجلس میں ہو جائے گا تو یہ جائز ہو جائے گا عدم جواز مرتفع ہو جائے گا اسی طرح محیط میں ہے:

شامی کی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ یہاں چار صورتیں ہیں دونوں (فلس اور فلسین) معین ہوں یہ متن میں ذکر کردہ اختلافی مسئلہ ہے اور اگر دونوں غیر معین ہوں تو یہ بیع مطلقا صحیح نہیں ہے۔مجلس عقد میں قبضہ ہو یا نہ ہو اور اگر ایک بدل معین ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔اگر ان میں سے معین پر مجلس عقد میں قبضہ ہو گیا ہے تو بیع صحیح ہوگی ورنہ نہیں۔اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بدلین مساوی ہوں یا غیر مساوی اگر ایک بدل معین ہو اور مجلس عقد میں قبضہ ہو جائے تو یہ جائز ہو گا جب دونوں معین ہوں اور دونوں طرف سے مجلس عقد میں قبضہ پایا جائے تو امام محمد کے نزدیک بطریق اولی جائز ہونا چاہئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ شیخین اور امام محمد کا اختلاف بدلین کی تعیین کے بعد اور قبضہ سے قبل بیع کے صحیح یا غیر صحیح ہونے میں ہے کیونکہ تعیین عام ہے اور قبضہ خاص ہے' کیونکہ قبضہ بغیر تعیین کے نہیں ہوسکتا لیکن تعیین بغیر قبضہ کے ہوسکتی ہے'اس تحقیق کے بعد عام لوگوں کے لئے کرنسی کے تبادلوں میں کمی اور زیادتی جائز ہونے سے آسانی ہوگی لیکن کرنسی میں قرض پر زیادتی والا سود مروج ہے جو کہ ناجائز ہے۔اگر کوئی شخص الزام لگائے کہ کرنسی کے کاروبار بیع وشراء میں کمی اور زیادتی کے جواز کے قول سے سود کا باب کھل جائے گا اور آپ اس کے ذمہ دار ہوں گے تو ہماری گزارش یہ ہے کہ یہی الزام پھر شیخین پر بھی لگ سکتا ہے۔حقیقت میں قواعد شرعیہ کے مطابق جب کرنسی کے مذکورہ کاروبار میں سود ہی نہیں بنتا تو سود کا دروازہ کیسے کھل جائے گا؟ کرنسی کے تبادلہ اور بیع میں ہم نے تو صرف تفاضل کی ایک صورت کو (جس میں دونوں طرف سے قبضہ اور تعیین ہو) کو جائز قرار دیا ہے اور اس میں شیخین کے قول کو اختیار کیا ہے ورنہ بدلین میں سے ایک پر قبضہ بھی جواز کے لئے کافی ہونا ہم نقل کر چکے ہیں۔مگر ہم نے اس کو اختیار نہیں کیا۔

علامہ سعیدی سے اختلاف:

اس بحث کو قدرے طول ہم نے اس لئے دیا کہ ہمارے معاصر بعض علماء نے اپنی بعض تصنیفات (شرح مسلم) میں امام محمد کے قول کو اختیار کر کے کرنسی نوٹوں کو وزنی ثابت کرنے کے لئے عام کاغذات پر قیاس کر کے نوٹوں کے وزنی ہونے پر استدلال کیا ہے اور اپنے استدلال کو بلاوجہ طول دیا ہے ۔حالانکہ کرنسی نوٹ عددی ہیں اسی پر عرف عام ہے انہیں عددیت سے فقط اس لئے خارج کرنا کہ اپنے مطلب کا نتیجہ حاصل کیا جاسکے مناسب نہیں ہے'اسی طرح امام محمد کے قول کو اختیار کر کے شیخین کے استدلال کو ضعیف ظاہر کرنا (جبکہ علامہ ابن ہمام نے لا تخفی ضعفہ سے امام محمد کی دلیل کے ضعف کو بیان فرمایا ہے) مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

قرض اور دین میں فرق:

سوال: ربا القرض اور ربا النسیہ میں کیا فرق ہے؟

جواب: فقہاء کی اصطلاح میں دین عام ہے اور قرض خاص ہے دین کی یہ تعریف ہے: الدین ماوجب فی الذمة بعقد او استهلاک وماصار فی ذمته دینا باستقراضه فهو اعم من القرض کذافی الکفایه۔

☆اصدق کلمة سوف اوتاخیر الاعمال والتسویف باداء الواجب خان هذا اول الفشل والاخفاق.☆

دین وہ مال ہے جوعقد یا کسی چیز کو ہلاک کرنے کی وجہ سے ذمہ میں واجب ہواور ہروہ مال جوقرض لینے کے باعث ذمہ میں واجب ہووہ بھی دین ہے۔علامہ شامی فرماتے ہیں پس دین قرض سے عام ہے جیسا کہ کفایہ میں ہے۔

قرض کی تعریف:

ماتعطیه من مثلی لتتقاضاه ای لتتقاضاه مثلاه.

قرض وہ مثلی مال ہے جوتو کسی کوعطا کرے تا کہ اس سے تو اس کی مثل کا مطالبہ کر سکے۔(باب القرض شامی)

قرض اور دین کی تعریفوں سے معلوم ہوا کہ دین' قرض سے عام ہے گویا دین کی تین اقسام ہیں:

ا۔وہ مال مؤجل جوعقد کی وجہ سے واجب ہوجیسے بیع میں ثمن مؤجل اور نکاح میں مہر مؤجل دین ہوتا ہے۔

۲۔وہ مال جوکسی چیز کے ہلاک کرنے کی وجہ سے ذمہ میں واجب ہو۔

۳۔وہ مال جوقرض کی وجہ سے ذمہ میں واجب ہو۔

ربا النسیہ دین کی پہلی قسم میں ہوتا ہے اور ربا القرض دین کی تیسری قسم میں ہوتا ہے اس لئے کہ ربا النسیہ کی تعریف یہ ہے:

رب النساء فهو فضل الحلول على الاجل وفضل العين على الدين فى المكيلين اوالموزونين عنداختلاف الجنس اوفى غير المكيلين اوالموزونين عنداتحادالجنس عندنا.

ربا النساء اجل پر حالی ہونے کی زیادتی ہے اور دین پر عین کی زیادتی ہے اختلاف جنس کے وقت دو کیلی یا دووزنی چیزوں میں اور اتحاد جنس کے وقت غیر کیلی اور غیر وزنی چیزوں میں ہمارے نزدیک اس تعریف سے واضح ہوا کہ اگر مبادلہ مالی ہو یعنی بیع ہو اور دو چیزیں کیلی یا وزنی ہوں یا عددی ہوں اور ان عددی اشیاء کی جنس ایک ہے ایک ادھار ہے دوسری حالی اور نقد ہے اس کو ربا النسیہ کہتے ہیں۔

ربا القرض اور ربا النسیہ میں فرق:

اس تعریف کی روشنی میں ربا القرض اور ربا النسیہ میں یہ فرق کیا جاسکتا ہے۔

(۱) ربا النسیہ میں عقد کی وجہ سے ایک چیز میں اجل (تاخیر) لازم ہوتی ہے اس اجل سے پہلے ادائے دین کے مطالبے کا حق نہیں ہوتا بخلاف قرض کے اس میں تاخیر لازم نہیں ہوتی' مقرر وقت سے پہلے بھی قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔

بدائع میں ہے:

الاجل لایلزم فی القرض سواء کان مشروطا فی عقداو متاخرا عنه بخلاف سائر الدیون.

یعنی قرض میں اجل لازم نہیں ہوتی اجل قرض میں مشروط ہو یا متاخر ہو بخلاف دوسرے دیون کے کہ ان میں اجل لازم ہوتی ہے۔

(۲) ربا النسیہ میں عقد کا واسطہ ہوتا ہے۔یعنی اس میں بیع اور مبادلہ مالی ہوتا ہے' جیسا کہ تعریف سے ظاہر ہے اور قرض میں مبادلہ مالی نہیں ہوتا بلکہ قرض تبرع ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ صبی خود (بچہ) اپنا مال اور وصی یتیم کا مال بطور قرض کسی کو نہیں دے سکتے لیکن صبی ولی کے اذن سے اپنے مال میں اور وصی یتیم کے مال میں بیع وشراء مؤجل کر سکتے ہیں۔لہذا قرض میں مبادلہ مالی کا اعتبار نہیں ہوگا۔بدائع میں ہے:

جعل ردبدل العین بمنزلة العین بخلاف سائر الدیون

یعنی قرض میں بدل العین کے رد کو عین کے رد اور واپس کرنے کے حکم میں کیا جائے گا (ورنہ ربا النسیہ لازم آنے کی وجہ سے قرض کا لین دین بھی ناجائز قرار پائے گا) بخلاف دوسرے دیون کے کہ ان میں بدل کا رد ہوتا ہے اور اس کا اعتبار بھی ہوتا ہے۔

ربا النسیہ کے احکام:

(۳) ربا النسیہ میں بدلین متماثل بھی ہوں تو ربا ہوگا اور ناجائز ہوگا کیونکہ اجل کی مشروط زیادتی ربا ہے اور قرض میں تماثل (اتنی مقدار واپس کی جائے جتنی لی تھی) ہی جواز کی شرط ہے۔درمختار میں ہے:

حرم النساء ولو مع التساوی ربا النسیہ حرام ہے اگر چہ بدلین کی تساوی کے ساتھ ہو' یعنی ربا النسیہ بیع سلم کی ممنوع صورتوں کا نام ہے۔بخلاف ربا القرض کے یہاں بیع نہیں ہوتی بلکہ بطور احسان مثلی اشیاء کا تبادلہ ہوتا ہے۔

(۵) ربا النسیہ میں زیادتی ایک وصف ہی کا نام ہے یعنی حالی ہونا جبکہ ربا القرض میں زیادتی عین

یا وصف دونوں میں سے ایک کا نام ہے۔مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ ربا النسیہ اور ربا القرض دوا لگ الگ حقیقتیں ہیں یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے ربا النسیہ کو ربا کی ابواب میں ذکر کیا اور ربا القرض کو قرض کے ابواب میں ذکر کیا۔ربا النسیہ کے حرمت کی علت اتحاد قدر یا اتحاد جنس کسی ایک کو قرار دیا گیا ہے۔جبکہ ربا القرض میں حرمت کی علت قرض دیتے وقت زیادتی کی شرط رکھنے کو قرار دیا گیا ہے۔میں یہی سمجھا ہوں۔ہوسکتا ہے کہ میں غلطی پر ہوں اور غلطی پر مطلع کرنے وال کو اللہ تعالی اجر عطا فرمائے گا۔

علامہ سعیدی سے اختلاف:

لہذا علامہ غلام رسول سعیدی زید مجدہ کی مندرجہ ذیل عبارتوں سے ہمیں اتفاق نہیں ہے وہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں: ’’ربا النسیہ یہ ہے کہ ادھار کی میعاد پر معین شرح کے ساتھ اصل رقم سے زیادہ وصول کرنا یا اس پر نفع وصول کرنا۔‘‘(ص ۳۴۶،ج ۶)دوسری جگہ فرماتے ہیں دراصل ربا النسیہ میں ائمہ اربعہ اس بات متفق ہیں کہ جس قرض میں ایک معین مدت کے بعد اصل رقم سے زائد رقم لینے کی شرط رکھی جائے اور زائد رقم کی مقدار بھی معین ہو وہ ربا النسیہ ہے۔(ص ۱۱۵،ج ۴)

علامہ سعیدی صاحب کی ان دونوں عبارتوں سے ہمیں اتفاق نہیں ہے۔ایک تو اس لئے کہ علامہ سعیدی صاحب کی ربا النسیہ کی مذکور تعریف فقہاء کرام کی تعریفات کے مطابق نہیں ہے۔دوم اس لئے کہ علامہ سعیدی صاحب کی ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ادھار کی بیع میں تساوی کی صورت میں ربا النسیہ نہیں ہوتا۔حالانکہ اس کا ربا النسیہ ہونا ہم درمختار سے ثابت کر چکے ہیں۔سوم: اس لئے کہ علامہ سعیدی صاحب کی ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ربا النسیہ صرف رقم میں ہوگا حالانکہ دیگر اموال میں بھی ربا النسیہ متحقق ہوسکتا ہے۔چہارم: اس لئے کہ ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ربا النسیہ زیادتی مالی کا نام ہے،وصف کا نام نہیں ہے۔حالانکہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ ربا النسیہ میں زیادتی ایک وصف (حالی) ہونا ہے،مالی زیادتی یا تو ربا الفضل میں ہوتی ہے یا ربا القرض میں،بدائع میں ہے:

امار باالفضل فھو زیادۃ عین مال شرطت فی عقدالبیع علی المعیار الشرعی وھو الکیل والوزن فی الجنس عندنا

☆لا تغضب فان الغضب یفسد المزاج ویغیر الخلق ویسیء العشرۃ ویفسد المودۃ ویقطع الصلۃ.☆

یعنی ربالفضل مال کے عین کی اس زیادتی کا نام ہے جو کیلی اور وزنی ہم جنس اشیاء کی بیع میں مشروط ہو۔لہذا مناسب ہے کہ علامہ سعیدی صاحب ذکرکردہ تعریفات کا فقہ کی کسی کتاب کا حوالہ لکھیں یا پھر رجوع فرمالیں۔

اب ہم اس بحث کو(کہ انعامی بانڈوں میں ربالنسیہ ' ربالفضل اور ربالقرض نہیں ہے)مکمل کرنے کے لئے ربالفضل کی تعریف بیان کرتے ہیں۔

ربالفضل کی تعریف:

فضل مال بلاعوض فی معاوضۃمال بمال ای فضل احدالمتجانسین بالمعیار الشرعی الخ(بحر الرائق)

یعنی ربالفضل معاوضہ مالی میں مال معصوم کی زیادتی بلاعوض کا نام ہے جبکہ دونوں مال ایک جنس سے ہوں اور کیلی یا وزنی ہوں اور وہ زیادتی متعاقدین میں سے کسی ایک کے لئے عقد میں شرط کی گئی ہو۔

مثلاایک بوری گندم دو بوری کے معاوضہ میں فروخت کی جائے' دونوں حالی ہوں اور ادھار نہ ہوں' زائد ہوں' زائد بوری ربالفضل ہوگی اسی طرح سونے کو سونے کے معاوضہ میں فروخت کیا جائے لیکن ایک طرف سونا زائد ہو اور دونوں حالی ہوں یہ ربالفضل ہے۔لہذا تمام کیلی اور وزنی اشیاء میں جب مجانست ہوگی تو بیع برابر برابر جائز ہوگی۔اگر تساوی نہ ہوئی تو ربالفضل ہوگا۔ربالفضل کے حرام ہونے کی علت ہمارے نزدیک قدر(کیل اور وزن)اور جنس کا اتحاد ہے' قدر مختلف ہو یا جنس مختلف ہو ربالفضل نہیں ہوگا۔

☆ مثلاگندم کی بوری جو یا چاول یا چھولے کی دو بوریوں کے معاوضہ میں فروخت کرنا جائز ہے اسی طرح بالعکس کیونکہ جنس کے اختلاف کے باعث ربالفضل نہیں ہوگا بشرطیکہ دونوں حالی ہوں ورنہ رباء النسیہ لازم آئے گا۔

☆ سونے کے ایک تولہ کو چاندی کے دو تولہ کے ساتھ فروخت کیا جائے یا بالعکس تو یہ بیع جائز ہے کیونکہ جنس مختلف ہے لہذا تفاضل جائز ہے۔

☆ سونے اور چاندی یا نوٹوں سے گندم جو وغیرہ کی خرید جائز ہے کیونکہ دونوں عوضین کی قدر ایک نہیں۔

☆ نوٹوں کی نوٹوں کے معاوضہ میں کمی بیشی کی خرید وفروخت دونوں جانب قبضہ کی صورت

میں جائز ہوگی کیونکہ نوٹ وزنی یا کیلی نہیں ہیں اور ربا الفضل کے لئے بدلین کا کیلی یا وزنی ہونا شرط ہے۔

کافر حربی کے ساتھ خرید وفروخت میں سود نہیں ہوگا:

☆ کافر حربی کے ساتھ مسلمان کی خرید وفروخت اور قرض میں مطلقا ربا نہیں ہوگا اگر چہ جنس اور قدر ایک ہو کیونکہ کافر حربی کے مال کو عصمت حاصل نہیں اور ربا کے لئے ضروری ہے کہ مال معصوم ہو۔

☆ مولانا الشاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امریکہ اور برطانیہ اور جاپان اور اٹلی اور دیگر یورپی ممالک دارالحرب ہیں لہذا ان ملکوں کے کافروں کے ساتھ معاملات میں سود نہیں ہوگا اور ان کافروں کے ساتھ اور ان کے بینکوں کے ساتھ سودی لین دین جائز ہے۔

☆ کافر ذمی یا مستامن فرد کے ساتھ خرید وفروخت میں سودی لین دین ناجائز ہے جیسے مسلمانوں کے ساتھ کیونکہ ذمی اور مستامن کا مال معصوم ہوتا ہے۔لہذا اسلامی ملکوں اور پاکستان میں موجود کافروں کے ساتھ معاملات میں سودی کاروبار جائز نہیں ہوگا۔

☆ مگر قواعد شرعی کے مطابق اسلامی ملکوں میں قائم حربی غیر مسلموں کے بینکوں کے ساتھ سودی لین دین جائز ہے کیونکہ اکثر غیر مسلم ریاستیں دارالحرب ہیں۔لہذا ایسی ریاستیں جو دارالحرب ہیں ان میں رہنے والے کافروں کو حربی کافر کہا جائے گا۔ان ریاستوں میں بسنے والے کافروں کے ساتھ ان کے اپنے ملکوں میں سودی لین دین جب جائز ہے اگر وہ حربی کافر اسلامی ریاستوں میں اجازت اور اذن کے ساتھ بینک کے ذریعے کاروبار کریں تو سودی لین دین کیسے ناجائز ہوگا؟ اور حربی مستامن کے ساتھ سودی لین دین اس لئے جائز ہے کہ اس کا اسلامی ریاست میں قیام عارضی ہے اس لئے وہ بھی حربی الاصل ہے اور حربی کافروں پر اسلامی احکام جاری نہیں ہوتے اور ان کا مال بلا معاوضہ اس وقت مباح ہوتا ہے جب ان کے ساتھ معاہدے کی خلاف ورزی نہ ہو جب حربی کافروں کے بینک خوشی سے مسلمانوں کو جمع کی گئی رقوم پر سود دیتے ہیں تو وہ سود ہی نہیں ہوتا ہے کیونکہ سود اس مال معصوم میں ہوتا ہے، جس کو اسلام نے شرعی عصمت عطا کی ہو۔انڈیا مبارک پور کے مدرسہ کے علماء کرام نے الفقہ الاسلامی نام سے ایک کتاب شائع کی ہے، جس میں علماء کی مجلس نے فتوی جاری کیا ہے کہ جس بینک کا مالک کافر ہو خواہ حربی ہو یا ذمی ہو ان کے ساتھ سودی لین دین جائز ہے۔یعنی یہ شرعی سود ہی

نہیں بنتا اور کافر کے مال میں بدلین میں زیادتی سود ہی نہیں ہوتی۔ اسلامی ریاستوں میں قائم حربی غیر مسلم بینکوں کے مالکان کافر مستامن کے حکم میں ہیں لہذا ان سے سودی لین دین جائز ہوگا۔ یعنی کافر ذمی اور مستامن فرد اور حربی شخص کے بینک کا حکم الگ الگ ہے۔

کافر حربی سے سود لینا جائز ہے:

کافر حربی سے سود لینا اس لئے جائز ہے کہ وہ مباح المال ہے، جس طرح وہ مباح الدم ہے امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک حالت حرب ہو یا حالت امن ہو دونوں صورتوں میں کافر حربی کا مال مباح ہوتا ہے، صرف ان کے ملکوں میں جانے والے مسلمانوں کے لئے ان کی رضا لینا ضروری ہے کیونکہ اجازت اور ویزا حاصل کرنے والے مسلم لوگوں کے لئے حسب معاہدہ غدر اور دھوکہ سے کافروں کا مال حاصل کرنا نا جائز ہے۔ غدر سے معاہدہ کی خلاف ورزی ہوگی اور اگر سود دینے والے کافر حربی اپنا مال بطور سود اجازت سے دے رہے ہیں تو اس میں کوئی عذر اور معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں۔ فتویٰ اسی پر ہے کہ کافر حربی کا سود مباح ہے اس کا مال غیر معصوم ہے۔ سود اس مال میں ہوتا ہے جس کو شرعاً عصمت حاصل ہو۔ (جاری ہے)

مفتی محمد رفیق الحسنی صاحب کی ایک اور علمی کاوش

"رفیق الفقہاء"

جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم

گلستانِ جوہر بلاک 15، کراچی